تکفیر قرآن کی نظر میں

تالیف: احمد سارمی*

ترجمہ: عباس اصغر شبریز

خلاصہ

اسلام، دین صلح اور دینِ امن وامان ہے۔ یہ دین اس لئے نازل ہوا تھا تاکہ سماج کو جہالت اور نادانی کے اندھیروں سے نکال کر نور ایمان کی طرف لے جائے۔

خداوند عالم نے کافر اور مسلمان کے درمیان تفریق کرنے کیلئے ظاہری علامت کلمہ شہادتین[۱] کا انتخاب کیا تاکہ جو بھی اس کا اقرار کرے وہ مسلمان اور جو بھی انکار کرے وہ کافر کہلائے۔

رسول اسلامؐ کے زمانے میں مسلمان اصول وفروع میں متحد تھے لیکن بہت جلدی وہ خطرناک وقت بھی آیا کہ حالات بدلے اور کچھ مسلمان، اسلام کے سلسلے میں اپنی کج فہمی اور غلط نظریات کی بنا پر گنہگار مسلمانوں کو کافر گردانتے لگے۔

یہ وہ بھیانک فتنہ تھا جو روز بروز پھلنے پھولنے لگا، یہاں تک کہ کچھ بڑی ہستیوں کو بھی کفر کے زمرے میں شامل کردیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد اس فتنہ کی آگ تھوڑی سرد ہوئی اور یہ نظریہ دھیرے دھیرے ماند پڑ گیا لیکن کچھ مسلمانوں کی دینی تعلیمات سے مکمل واقفیت نہ ہونے کی بناء پر کچھ مدت کے بعد یہی فتنہ استکباری طاقتوں کا ہتھیار بن گیا اور فریب خوردہ گروہوں نے اس فکر اور عقیدے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس سلسلے میں اپنے ہم مسلک افراد سے ایک قدم اور آگے بڑھ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض خوارج کے شدت پسند افکار کے مطابق جو بھی اس نظریہ کو قبول نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔

اس مضمون میں قرآن، سنت، آئمہ اور مجتہدین کی نظر میں تکفیر پر گفتگو کرتے ہوئے کوشش کی گئی ہے کہ تکفیر کے عوامل تلاش کئے جائیں اور مسلم سوسائٹی پر پڑنے والے اس کے منفی اثرات پر ایک نظر ڈالی جائے۔ نیز اس جنجال سے باہر نکلنے کی راہوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور اس ضمن میں مسلم علماء کی ذمہ داریوں اور فرائض کو بھی خلاصۃً پیش کیا گیا ہے۔

* حوزہ علمیہ اہل سنت، تربت جام، ایران کے استاد

۱۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ

مستعمل بنیادی اصطلاحین: قرآن، رسول اکرمؐ، اسلام، ائمہ، مجتہدین، تکفیر، تفسیق، متکلمین۔

مقدمہ

اختلافات، تفرقہ اور تکفیر ان، عوامل میں سے ہیں جو ایک دین وامت کی صلاحیتوں اور مادی و معنوی ترقیوں کا سد باب کر دیتے ہیں۔ یہی تفرقہ دشمنان اسلام کیلئے وہ تمام مواقع فراہم کر دیتا ہے جن سے وہ امت مسلمہ کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں لے لیتے ہیں۔ امت مسلمہ کے اندر پائی جانے والی اس خطرناک بیماری پر غور وخوض اور اس کے معالجے کیلئے ہر قسم کی کوشش آج کی بنیادی ضرورت ہے۔ کوئی بھی اسلامی فرقہ ہو، ضروری ہے کہ ان خطرناک فتنوں کے مقابلے کے لئے سامنے آئے۔ اگر ہم اسلامی دنیا پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو پائیں گے کہ اس قتل وغارت، خون خرابے اور دھماکوں نے مسلم ممالک کو مصیبتوں کے دلدل میں ڈھکیل دیا ہے۔ فلسطین، شام، عراق، پاکستان، افغانستان وغیرہ میں نہ جانے کتنا ناحق خون بہہ گیا ہے اور نہ جانے کتنے گھر اور گھرانے برباد ہو گئے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ دوسرے ممالک تو ترقی، سائنس، علم، ایجادات اور اختراعات کے راستے پر چل رہے ہیں لیکن امت مسلمہ ایک دوسرے کی تکفیر اور قتل وغارت کے درپے ہے؟ کیا یہ تشدد پسندانہ تکفیری رجحان امت مسلمہ کیلئے کسی عذاب سے کم ہے؟ کیا ہمارے علماء کو اس سلسلے میں ایک عمیق ووسیع لائحہ عمل نہیں بنانا چاہئے تاکہ دشمنان اسلام کے منصوبوں کو ناکام بنایا جاسکے؟ درحقیقت آج اسلامی دنیا کے روبرو سب سے خطرناک مسئلہ یہی تکفیری فتنہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس تکفیریت کا پودا صدر اسلام میں لگایا گیا تھا، اس طرح سے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمانوں کے مختلف فرقے دوسرے فرقوں کو کافر کہتے آئے ہیں۔ تکفیر کے سلسلے میں اہم ترین تاریخی واقعہ، خوارج کے ذریعے پھیلایا گیا شر وفساد ہے۔ خوارج، حضرت علیؑ کے دور خلافت میں واقعۂ حکمیت کے بعد معرض وجود میں آئے تھے اور انہوں نے اپنے لئے "شراۃ" یعنی خریداران جنت یا خداوند عالم کیلئے خود کو فروخت کرنے والے کا لقب انتخاب کیا تھا لیکن مسلمان انہیں خوارج یعنی دائرۂ اسلام سے خارج شدہ کہتے تھے۔ خوارج کا سلسلہ رسول اسلامؐ کے زمانے میں موجود حرقوص نام کے ایک غیر مہذب شخص سے ملتا ہے جس کا لقب "ذوالخویصرہ" تھا۔ واقعہ یوں تھا کہ جنگ حنین کے اختتام کے بعد رسول اسلامؐ مسلمانوں کے درمیان مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ تبھی اس غیر مہذب شخص نے اعتراض کیا اور کہا کہ " یا رسول اللہ! اتق اللہ، یا رسول اللہ اعدل" ! اے رسول خدا! اللہ سے ڈریئے اور مال غنیمت کو انصاف کے ساتھ تقسیم کیجئے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ اگر میں عادل نہیں ہوں تو پھر کون ہوگا؟ اتنے میں حضرت عمر اور حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ! حکم دیجئے، ابھی اس کی

گردن اڑادیں، رسولؐ نے فرمایا کہ نہیں، تم اس سے کوئی مطلب نہ رکھو۔ یہ جس مذہب کا پیروکار ہے اس سے ایک گروہ پیدا ہوگا جو قرآن کی تلاوت تو کریگا لیکن یہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، مسلمانوں کو قتل کرے گا مگر کافروں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ اگر میں زندہ رہا تو اس گروہ کو قوم عاد کی طرح نابود کردونگا۔[1]

تکفیر کی وضاحت

تکفیر یعنی کسی کو کفر سے منسوب و متصف کرنا جس کے نتیجے میں یہ منسوب شدہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور نتیجہ میں دوسرے اسلامی احکام بھی اس پر عائد وجاری نہیں ہوتے یعنی ایسا شخص مسلمان نہیں ہوتا۔ اس رو سے اگر دیکھا جائے تو سماجی مسائل اور معاملات، معاشرت، عدالت، نکاح اور اکل و شرب وغیرہ میں یہ عنوان کفر بہت اہمیت کا حامل ہے۔

اسلامی سوسائٹی میں شاید ہی ایسا کوئی ہو جو لفظ کفر یا تکفیر سے آشنا نہ ہو لیکن اگر اس لفظ کے عمیق لغوی، اصطلاحی اور فقہی مفہوم پر ایک نظر ڈالی جائے تو غیر مناسب نہیں ہوگا۔

تعریف کفر

لغت میں کفر کسی چیز کو چھپانے یا پہننے یا نعمت کے انکار کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کے مقابلے میں لفظ ایمان آتا ہے۔ مثال کے طور پر کسان اور رات کو کافر کہتے ہیں کیونکہ کسان زمین میں دانوں اور بیج کو اور رات فضا کو چھپاتی ہے۔ کفر، نعمت اور کفران نعمت کا مفہوم نعمت کو چھپانا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا ہے۔

راغب نے لکھا ہے: "الکفر فی اللغة ستر الشئ و وصف اللیل لستره الاشخاص والزارع لستره والبذر فی الارض۔۔۔ وکفر نعمة وکفرانها ستره بترک اداء شکرها"۔[2]

کفر کا اصطلاحی معنی

شرعی اصطلاح میں کفر یعنی اصول دین کی کسی اصل یا ضروریات دین میں سے کسی ایک کا قول یا فعل سے، علم رکھتے ہوئے، انکار کرنا۔

قرآن کریم نے کافروں کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں:

اقسام توحید کا انکار یا خداوند عالم کے لئے شریک قرار دینا

۱۔ رجوع فرمائیں: عبداللہ، عبدالعزیز ہر تلی، خوارج را بہتر بشناسیم

۲۔ المفردات فی غریب القرآن، ص ۴۲۳

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم؛[۱]

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ مسیح بن مریم ہی اللہ ہیں۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ؛[۲]

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جنکا کہنا یہ ہے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔

رسالت رسول اکرمؐ کا انکار

فلن یغفر اللہ لھم ذلک بانھم کفروا باللہ و رسولہ؛[۳]

خدا انہیں بخشنے والا نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کا انکار کیا ہے۔

قرآن کریم کا انکار

یقول الذین کفروا ان ھذا الا اساطیر الاولین؛[۴]

کفار کہیں گے کہ یہ قرآن تو صرف اگلے لوگوں کی کہانی ہے۔

قیامت کا انکار

اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم؛[۵]

یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے پروردگار کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا ہے۔

توحید عبادی کا انکار

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم؛[۶]

اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ۔

قرآن کریم کا موقف

قرآن کریم نے ہر ایسے مسلمان کو کافر گرداننے سے منع کیا ہے جو ظاہری طور پر اسلام لا چکا ہو۔اس سلسلے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۷۲

۲۔ سورۂ مائدہ، آیت ۷۳

۳۔ سورۂ توبہ، آیت ۸۰

۴۔ سورۂ انعام، آیت ۲۵

۵۔ سورۂ کہف، آیت ۱۰۵

۶۔ سورۂ یونس، آیت ۱۸

"یا ایھا الذین آمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السَّلام لست مومناً تبتغون عرض الحیاۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ان اللہ کان بما تعملون خبیراً "[1]

اے ایمان والو! جب تم راہ خدا میں جہاد کیلئے سفر کرو تو پہلے تحقیق کرلو اور خبر دار جو اسلام کی پیشکش کرے اس سے یہ نہ کہنا کہ تم مومن نہیں ہو کہ اس طرح تم زندگانی دنیا کا چند روزہ سرمایہ چاہتے ہو اور خدا کے پاس بکثرت فوائد پائے جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی شان نزول میں روایت منقول ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے اسامہ بن زید کی سربراہی میں بنی ضُمرہ سے جنگ کیلئے ایک لشکر روانہ کیا تھا۔ یہ لشکر مذکورہ قبیلے کے مِرداس نامی ایک فرد سے روبرو ہوا جس کے پاس بے حساب دولت اور سرخ اونٹ تھے۔ جیسے ہی مِرداس کا سامنا اسامہ کے لشکر سے ہوا اس نے سلام کیا اور فوراً اپنی زبان پر کلمہ شہادتین جاری کرلیا لیکن اسامہ نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی اور اس کو قتل کردیا تاکہ اس کی بے حد وحساب دولت کو مال غنیمت کے طور پر حاصل کرلیا جائے۔ واپسی پر اسامہ کے ساتھیوں نے سارا ماجرا پیغمبر اکرمؐ کے سامنے بیان کرتے ہوئے کہا کہ اے خدا کے رسولؐ! اسامہ نے تو ایک ایسے شخص کو بھی قتل کردیا جس نے لا الہ الا اللہ، محمّد رسول اللہ کا اقرار کرلیا تھا۔ رسولؐ نے سنا تو اسامہ سے فرمایا کہ تم نے یہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ کیا کردیا؟ اسامہ نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ! اس نے صرف اپنی جان کی حفاظت کی خاطر کلمہ شہادتین جاری کیا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر اس کے اندر کا حال پڑھ لیا تھا؟ اسی موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اسامہ نے قسم کھائی کہ آئندہ ایسے کسی شخص سے جنگ نہیں کریں گے جو کلمہ شہادتین کا اقرار کرلے گا۔[2]

یہ روایت اور دیگر متعدد روایات اس بات کی گواہ ہیں کہ ایسے کسی بھی شخص کو کافر یا مشرک نہیں کہا جاسکتا جس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا ہو۔ اس بہانے سے ایسے کسی بھی شخص کی جان و مال کو جائز نہیں شمار کیا جاسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ کسی بھی دینی رہنما یا کسی بھی اہم مذہبی شخصیت نے تکفیر مسلمین کو جائز قرار نہیں دیا ہے اور نہ یہ حضرات، اہل قبلہ پر کافر و مشرک جیسے عناوین کا اطلاق کرتے تھے۔

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۹۴

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج ۵، ص ۱۴۲

آیت کریمہ اور روایت اسامہ کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کا اظہار کرے یعنی شہادتین جاری کرلے تو وہ مسلمان ہے جسکی تکفیر نہیں کی جا سکتی۔ ہمارے پیش نظر اگر صرف یہی ایک آیت اور روایت ہوتی تب بھی ممنوعیت تکفیر اور دیگر تمام اسلامی فرقوں کے احترام کے لئے کافی تھی کیونکہ اگر کوئی شخص شہادتین کو اپنی پناہگاہ قرار دے لے تو اسکا احترام لازم ہو جاتا ہے۔ اب اس میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس غرض سے چشم پوشی کرتے ہوئے کلمہ شہادتین جاری کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا احترام دوسروں سے زیادہ ہوگا اور وہ کہیں بلند مقام کا حقدار ہوگا جس کے ساتھ دشمنی، عناد، لعن و طعن، سب و شتم اور فاسق کہنا اور تکفیر جائز نہیں ہوگی۔

مزید یہ کہ قرآن مجید ایسے دو مسلم گروہوں کے لئے بھی ایمان کا قائل ہے جو آپس میں نبرد آزما ہوں:

"وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ الی امر اللہ" الی قولہ تعالی "انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم"[۱]

"اور اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑا کریں تو تم سب ان کے درمیان صلح کراؤ۔ اس کے بعد اگر ایک گروہ دوسرے پر ظلم کرے تو سب ملکر اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرنے والا ہے یہاں تک کہ وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آجائے۔"

مزید قرآن میں ارشاد رب العزت ہے:

"مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرو۔"

جیسا کہ صحیح حدیث میں منقول ہے کہ رسول اسلامؐ فرماتے ہیں:

"اگر دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلوار کھینچیں گے تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں ہونگے۔"

امام بخاری نے اس حدیث کے استدلال میں فرمایا ہے:

ارتکاب گناہ، کفر کا باعث نہیں ہوتا ہے۔ رسولؐ نے ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی خبر دی ہے لیکن پھر بھی انہیں مسلمان تسلیم کیا ہے، انکی تکفیر نہیں کی ہے۔

تکفیر رسول اکرمؐ کی نظر میں

پیغمبر اسلامؐ نے ایسے حالات اور ایسے ماحول میں اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا جب معاشرۂ جہالت و نادانی، بت پرستی اور گڑھے ہوئے گمراہ ادیان کے جال میں بُری طرح پھنسا ہوا تھا۔ حالت یہ تھی کہ ایک

۱۔ سورہ حجرات، آیت ۱۰۔۹

طرف بت پرستی میں غوطہ زن جاہل عرب اپنی مخالفت میں اٹھنے والی ہر آواز کو دبادیتے تھے اور دوسری جانب عربوں کے درمیان یہود و نصاری مبلغین، اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ پر اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہے تھے۔

ایک ایسی زہریلی فضا میں آنحضرتؐ نے اپنے پاکیزہ کردار و گفتار کے ذریعہ بے شمار افراد کو اسلامی تعلیمات کا گرویدہ بنالیا تھا اور ایک ایسا ماحول قائم کر دیا تھا جس میں کوئی بھی کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتا تھا۔ یہ ایک ایسا سالم معاشرہ تھا جس میں نظریاتی اختلاف کے باوجود مناسب انداز نظریات وافکار کا تبادلہ ہوتا تھا۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"اذ قال الرجل الاخیہ کافر، فھو کقتلہ ولعن المومن کقتلہ"

جو بھی کسی برادر مومن کو کافر کہے یہ ایسے ہے جیسے اس نے اسکو قتل کر دیا ہو اور اسی طرح لعن مومن بھی اسکو قتل کرنے جیسا ہی ہے۔[۱]

انس نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں:

"ثلاث من اصل الایمان: الکف عمن قال لا الہ الا اللہ، لا نکفر بذنب ولا نخرجہ من الاسلام بعمل۔۔۔"

تین چیزیں اصل ایمان ہیں: اس شخص سے ہاتھ اٹھا لینا جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلے۔ ایسے شخص نے جو بھی گناہ کیا ہے یا جو بھی عمل انجام دیا ہے، ہم اس کی تکفیر نہیں کرتے ہیں اور اسے اسلامی امت کے دائرہ سے خارج نہیں کرتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت نقل کیا ہے:

رسول خداؐ کے دور میں عبد اللہ نامی ایک شخص تھا جسکا لقب حمّار تھا، گاہ گاہ وہ رسول اکرمؐ کو ہنسا دیتا تھا۔ ایک بار رسول اکرمؐ نے شراب نوشی کی بنا پر اسکو کوڑے لگائے جانے کا حکم دیا تھا۔ ایک دن پھر اسکو آنحضرتؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ پھر اسکو سزا دی گئی۔ اس درمیان کسی نے کہا کہ اے خدا تو اس پر لعنت کر، آخر یہ کب تک شراب نوشی کرتا رہے گا؟

رسولؐ نے فرمایا: لا تلعنوہ فو اللہ ما علمت انہ لا یحب اللہ و رسولہ، اس پر لعنت۔ ملامت مت کرو۔ خدا کی قسم! ابھی مجھے یقین نہیں ہے کہ یہ خدا اور پیغمبرؐ کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

بعض دیگر روایات میں اس طرح آیا ہے:

۱۔ کنز العمال، ص ۸۲۶۴

"لقد علمت انہ یحب اللہ و رسولہ"

میں مطمئن ہوں کہ وہ خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کے مفاد میں اس طرح اظہار فرمایا ہے:

(الف) یہ حدیث اس گروہ کی ردّ میں ہے جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر گردانتا ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس شراب نوش پر لعنت کرنے سے منع فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس کے لئے دعا کی جائے۔

(ب) یہ حدیث اس حقیقت کو آشکار کر رہی ہے کہ ارتکاب گناہ اور محبت خدا و رسولؐ کے درمیان کوئی تناقض یا تضاد نہیں پایا جاتا ہے جیساکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ یہ شخص ارتکاب گناہ کے باوجود خدا اور اسکے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔

(ج) ارتکاب گناہ بلکہ اس کی تکرار بھی اس بات کی موجب نہیں ہوتی ہے کہ خدا اور اسکے رسولؐ کی محبت دل سے نکل جائے۔[1]

رسول گرامیؐ فرماتے ہیں:

"اھل لا الہ الا اللہ لا تکفروھم بذنب و لا تشھدوا علیھم بشرک"[2]

لا الہ الا اللہ کہنے والے پر ارتکاب گناہ کی وجہ سے کفر و شرک کا حکم مت لگاؤ۔

حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے:

"لا تکفروا احداً من اھل القبلة بذنب وان عملوا بالکبائر"[3]

تمہیں کسی بھی اہل قبلہ کو ارتکاب گناہ کی وجہ سے کافر کہنے کا حق حاصل نہیں ہے، خواہ اس نے کتنا ہی بڑا گناہ کیوں نہ کیا ہو۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرمؐ سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے:

لا یرمی رجلاً بالفسوق و لا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ[4]

دھیان رہے کہ کسی پر گناہ و فسق کی بنا پر کفر کی تہمت نہ لگا بیٹھنا مگر یہ کہ وہ مرتد ہو جائے اور اگر کوئی ایسا نہ ہو اور تم نے اس پر کفر کی تہمت لگائی تو تم خود کافر ہو جاؤ گے۔

۱۔ یوسف قرضاوی، دیدگاہ ہائے فقہی معاصر، ترجمہ نعمتی، ج۱، ص۱۹۱

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ج۵، ص۹۶

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۰۷

۴۔ صحیح بخاری، ج۷، ص۸۴

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

"ایما رجل مسلم کفر رجلاً مسلماً، فان کان کافراً والا کان ھو الکافر"[۱]

اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان پر کفر کی تہمت لگائے اور وہ ایسا نہ ہو تو خود تہمت لگانے والا کافر ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے:

"کفوا عن لا الہ الا اللہ لا تکفروھم بذنب، من اکفر اھل لا الہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب۔"

لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والوں سے ہاتھ اٹھالو اور کسی گناہ کی بنیاد پر انہیں کافر مت کہو۔ جو بھی لا الہ الا اللہ کہنے والے پر کفر کی تہمت لگائے گا وہ خود کفر سے زیادہ قریب ہے۔

تکفیر، حضرت علیؑ کی نظر میں

حضرت علیؑ تو بذات خود ان مذموم تکفیری افکار کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے لیکن آپؑ نے کبھی بھی اپنے مخالفین کے خلاف اس باطل طرز فکر سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اگرچہ خوارج کے سیاسی اور اعتقادی افکار امیر المومنینؑ کے طرز عمل کے بالکل خلاف تھے اور خوارج مسجد کوفہ یا جہاں کہیں بھی موقع دیکھتے تھے، خصوصی و عمومی ہر جگہ امیر المومنینؑ کے خلاف سب و شتم، لعن، تکفیر اور مذاق اڑایا کیا کرتے تھے لیکن حضرتؑ نے ہمیشہ حلم و بردباری سے کام لیا اور کبھی بھی ان پر عتاب نہیں کیا۔ مثال کے طور پر:

ایک موقع پر امیر المومنینؑ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا اور آپ نے فوراً اسکے سوال کا جواب دے دیا۔ خوارج میں سے ایک شخص بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا: "قاتلہ اللہ ما افقھہ"، خدا اسے قتل کرے، کیا عجیب دانشمند ہے! حاضرین نے چاہا کہ اسکو گرفتار کرلیں لیکن امیر المومنینؑ نے روک دیا اور فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو، اس نے صرف میرے خلاف بدزبانی کی ہے۔

خوارج مسجد میں تو آمد و رفت رکھتے تھے لیکن چونکہ حضرت علیؑ کو کافر مانتے تھے اسلئے انکی اقتدا نہیں کرتے تھے اور جداگانہ طور پر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات حضرت علیؑ کی نماز میں

۱۔ علاء الدین، متقی ہندی، کنز العمال، ج ۳، ص ۶۳۵

دشواریاں بھی پیدا کرتے تھے۔ دوسروں کے سامنے امیر المومنینؑ کی توہین اور مذاق اڑاتے تھے لیکن حضرت علیؑ ہر موقع پر صبر اور حلم سے کام لیا کرتے تھے۔[۱]

خوارج کے ساتھ حضرت علیؑ کا طرز عمل تاریخ اسلام کا عجیب ترین حصہ ہے۔ حضرت علیؑ اور ان کے درمیان اسی وقت سے انفرادی یا اجتماعی طور پر متعدد مواقع پر گفتگو کا ردوبدل ہوا تھا جب سے ان افراد نے ایک شدت پسند اور کج فکر گروہ کے عنوان سے امیر المومنین سے جدا ہو کر شہر کوفہ کے نزدیک ایک صحرا کو اپنے اجتماعات کا مرکز بنالیا تھا۔ وہیں سے اس گروہ نے سرکشی اور مخالفت کا آغاز کیا تھا اور پھر بیرون شہر خیمے لگا دئے تھے جس کے بعد جنگ نہروان شروع ہو گئی تھی۔ اگرچہ خوارج ان مواقع پر امیر المومنینؑ پر کفر و شرک کی تہمت لگاتے تھے لیکن حضرتؑ وسعت نظری اور ایسے وسیع اسلامی کے ساتھ پیش آتے تھے جس کی بنیاد منطق و استدلال پر ہوتی تھی۔ آپؑ نے کسی بھی موقع پر انہیں کافر کہہ کر خطاب نہیں کیا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؑ اور آپ کے پیروکاروں کی تکفیر کی خاطر بلند کئے گئے نعرے "لا حکم الا اللہ" کے مقابل بھی امیر المومنینؑ بڑی متانت اور حلم کے ساتھ برہان و استدلال کے ہمراہ فرماتے تھے کہ یہ نعرہ کہ "خدا کے علاوہ کوئی حاکم نہیں ہے، حق ہے" لیکن اس کو باطل مقصد کو حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جارہا ہے۔ معاشرے کو ہر حال میں کسی نہ کسی بشری حاکم کی ضرورت ہوتی ہے جس کی حکومت کے زیر سایہ مومن اپنے نیک امور انجام دیتا ہے اور بے دین و کافر اپنی زندگی سے صرف لطف اندوز ہوتا ہے۔۔اب یہ حاکم کبھی نیک سیرت بھی ہو سکتا ہے اور کبھی بدکار بھی۔[۲]

تکفیر کے متعلق اہلسنت متکلمین اور فقہاء کے فتاوے

امام ابو حنیفہ، (متوفی ۱۵۰ ہجری) حنفی مذہب کے امام فرماتے ہیں:

"انی لم اکفر احداً من اهل القبلة"

میں کسی بھی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتا ہوں۔

اسی موقف کو ابن تیمیہ حرّانی نے بھی بیان کیا ہے:

"واما ابو حنیفة انه لم یکفر احداً من اهل القبلة"[۳]

ابو حنیفہ نے اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی ہے۔

۱۔ مرتضی مطہری، سیری در سیرہ ائمہ، ص ۳۶

۲۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، خطبہ ۴۰

۳۔ در التعارض، ج ۱، ص ۶۰

اسی طرح مذہب شافعی کے بزرگ فقیہ امام نووی نے بھی امام شافعی سے نقل کیا ہے:

"محکی عن امامنا الشافعی رحمہ اللہ لقولہ اقبل شھادۃ اھل الاھواء لا الخطابیۃ من الرافضیۃ"[۱]

میں تمام اسلامی فرقوں کی شہادتین کو قبول کرتا ہوں اور انہیں مسلمان سمجھتا ہوں، یہاں تک کہ انہیں بھی جنہیں میں قبول نہیں کرتا ہوں۔

علم کلام کی ایک بزرگ ہستی امام عضد الدین ایجی فرماتے ہیں:

"جمھور المتکلمین والفقھاء علی انہ لا یکفر احداً من اھل القبلۃ"

اہلسنت متکلمین اور فقہاء کا اجماع ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہ کی جائے۔

مزید فرماتے ہیں:

"لم یبحث النبی عن اعتقاد من حکم باسلامہ فیھا ولا الصحابہ ولا التابعون فعلم ان الخطأ فیھا اولیس قادحاً فی حقیقۃ الاسلام"

پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے صحابہ و تابعین کسی کے بھی عقیدے سے متعلق بحث نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی کہہ دیتا تھا کہ میں مسلمان ہوں تو پھر کوئی جستجو نہیں کرتے تھے کہ آیا واقعی مسلمان ہے بھی کہ نہیں۔ عقیدے میں خطا کے ہونے سے حقیقت اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے۔[۲]

علم کلام کے بزرگ عالم امام تفتازانی فرماتے ہیں:

"ان مخالف الحق من اھل القبلۃ لیس بکافر ما لم یخالف ما ھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد واستدل بقولہ: ان النبی ﷺ ومن بعدہ لم یکونوا یفتنشون عن العقائد وینبھون ما ھو الحق"[۳]

اگر کوئی اہل قبلہ میں شمار ہوتا ہو، خواہ مخالف حق ہی کیوں نہ ہو، اس کو اس وقت تک کافر نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ ضروریات دین مثلاً حدوث عالم اور حشر اجساد کا منکر نہ ہو جائے کیونکہ پیغمبرؐ اور آپ کے اصحاب لوگوں کے عقائد کے متعلق کسی طرح کی کوئی جستجو نہیں کرتے تھے اور لوگوں کے عقائد کو حق پر حمل کیا کرتے تھے۔

اسی طرح حنفی فقہاء میں سے ایک مشہور فقیہ ابن نجیم مصری بھی اسی موقف کو بیان کرتے ہیں۔[۴]

۱۔ شرح المسلم النووی، ج ۳، ص ۶۰

۲۔ ایجی، المواقف، ج ۳، ص ۵۶۰

۳۔ تفتازانی، المقاصد، ج ۵، ص ۲۲۷

۴۔ البحر الرائق، ج ۱، ص ۶۱۲

مکتب اشاعرہ کے بانی امام ابوالحسن اشعری کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا اور فرمایا:

"اشھد علی انی لا اکفر احداً من اھل ھذہ القبلة لان الکل یشیرون الی معبود واحد وانما ھذا اختلاف العبارات"[۱]

میری جانب سے گواہی دو کہ میں نے کسی بھی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی ہے کیونکہ سبھی معبود واحد کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہ کہ ایک اشعری ہوگیا اور دوسرا معتزلی یا امامی، یہ سب صرف عبارات کے فرق کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح آپ ہی کا یہ قول بھی ہے:

"اشھدوا علی انی لا اکفر احداً من اھل القبلة بذنب لانی رأیتھم کلھم یشیرون الی معبود واحد، والاسلام یشملھم ویعمھم"[۲]

تم سب گواہی دو کہ میں نے کسی گناہ کی بنیاد پر کسی بھی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی ہے کیونکہ سب کے سب معبود واحد کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اسلام، تمام اسلامی فرقوں کو اپنے اندر شامل کرتا ہے۔

امام ذہبی نے امام ابن تیمیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

وکذا کان شیخنا ابن تیمیة فی الا واخر ایامہ یقول انا لا اکفر احداً من الامة"

میرے استاد ابن تیمیہ اپنی عمر کے آخری ایام میں فرماتے تھے کہ میں امت مسلمہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتا ہوں۔

"ویقول قال النّبی (ص) لا یحافظ علی الوضوؤ الا مومن فمن لازم الصلوات بوضوء فھو مسلم"[۳]

اور فرماتے تھے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جو بھی باوضو نمازہائے واجب کا پابند ہو، وہ مسلمان ہے۔

طحاوی لکھتے ہیں:

"ونسمی اھل قبلتنا مسلمین مومنین ما داموا بما جاء بہ النّبی (ص) معترفین قال رسول اللہ (ص) من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فھو المسلم وان المسلم لا یخرج من الاسلام بارتکاب الذنب مالم یستحلہ"[۴]

۱۔ بیہقی، السنن کبری، ج۱، ص۲۰۷

۲۔ الیواقیت والجواہر، ص۵۸

۳۔ ایضاً

۴۔ سیر اعلام النبلاء، ج۱۵، ص۸۸

اہل قبلہ اس وقت تک مسلمان و مومن ہیں جب تک کہ وہ پیغمبر اکرمؐ کے دستورات اور احکام کو قبول کرتے ہیں کیونکہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جو بھی ہماری نماز کو قبول کرتا ہے، ہمارے قبلے کو قبول کرتا ہے، ہمارے ذبیحہ کو کھاتا ہے وہ مسلمان اور مومن ہے۔ارتکاب گناہ کی بنیاد پر مسلمان اس وقت تک دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا جب تک وہ اس گناہ کو حلال اور جائز نہ سمجھ لے۔[1]

مذہب شافعی کے مشہور عالم امام محمد غزالی نے معتزلہ، مشبّہہ اور دیگر مبتدعہ فرقوں، نیز خطا در تاویل کے بارے میں بحث کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ انہوں نے اجتہاد میں خطا کی ہے۔جس نکتے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہی ہے۔جب تک ممکن ہو تکفیر سے پرہیز کیا جائے کیونکہ نماز گزاروں اور کلمۂ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والوں کے خون اور مال کو حلال فرض کرنا ہی تو خطا ہے۔ہزار ہا کفار کو زندہ چھوڑ دینے کی خطا مسلمانوں کے خون کو بہانے کی خطا سے کہیں سبک اور چھوٹی ہے۔

بیشک رسولؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ کہ وہ اقرار کرلیں کہ: "لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ " لہٰذا اگر وہ اقرار کرلیں تو انکی جان اور مال محترم ہے۔ہاں! کچھ موارد مستثنیٰ ہیں جہاں شرعی حدود کا نفاذ ضروری ہے۔[2]

مالکی مذہب کے فقیہ امام شاطبیؒ اپنی کتاب الاعتصام میں اہل بدعت اور پیروان نفس و امت مسلمہ کے مخالف جن میں خوارج اور غیر خوارج دونوں شامل ہیں، ان سب پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

درحقیقت امت مسلمہ میں ان فرقوں یعنی بڑی۔بڑی بدعتیں پھیلانے والے پیروکاروں کی تکفیر کے سلسلے میں اختلاف ہے لیکن اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو زیادہ جامع یہ نظر آتا ہے کہ بطور قطعی ان فرقوں کی تکفیر کا حکم نہیں دیا جاسکتا جس کی دلیل علمائے سلف صالح کا طرز عمل ہے جو اس دعوے کا واضح ثبوت ہے۔

کیا خوارج کے خلاف حضرت علیؑ کا طرز عمل پیش نظر نہیں ہے؟

آنحضرتؐ نے ان کے ساتھ تعلقات رکھنے اور جنگ کے سلسلے میں اہل اسلام والا طرز عمل اپنایا تھا جو قرآن کریم کے مطابق تھا کیونکہ خداوند متعال فرماتا ہے: "وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما"[1]

۱۔ شرح عقیدہ الطحاوی، ص۲۸۸و۴۲۶

۲۔ امام محمد غزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد، ص ۲۲۳

اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں جھگڑا کریں تو تم سب ان کے درمیان صلح کراؤ۔[۲]

چوتھی اور پانچویں صدی کے مشہور عارف شیخ الاسلام احمد جامی فرماتے ہیں:

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ "مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو اور جو اپنے لئے پسند نہ کرتا ہو وہ دوسرے کسی بھی مسلمان کے لئے پسند نہ کرے"۔ یہ کلیہ تمام امور میں ایک بہت اہم اصول ہے۔ آج امت یہ سمجھ رہی ہے کہ ایک دوسرے کو بدعت گزار و کافر کہنا، ایک دوسرے پر سب و شتم کرنا، ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا، ایک دوسرے کیلئے مشکلات و مسائل کھڑے کرنا ہی مسلمان ہونے کی علامت ہے لہٰذا یہ سب کچھ بغیر کسی خوف اور جھجھک کے کیا جارہا ہے جبکہ یہ نہ سنت رسولؐ ہے، نہ سیرت صحابہ اور نہ فرمان خدا اور نہ ہی عقل اسکو قبول کرتی ہے، نہ ہی علم اسکی تائید کرتا ہے۔[۳]

شیعی نظریہ

شیعی نظریہ یہ ہے کہ اگرچہ ایمان کے مختلف مراتب و درجات ہیں لیکن جو بھی کلمۂ طیبہ اپنی زبان پر جاری کرلے وہ مسلمان ہے اور اسکی جان و مال محترم ہے۔ پہلا مرحلہ اقرار اسلام اور توحید کو قبول کرنے کا ہے۔ اس طرح ہر وہ گروہ جو اسلام کے پہلے مرحلے کو انجام دے لے وہ مسلمان ہے، خواہ عملی طور پر انحراف کا شکار ہو اور اگر اس کا فکری و عقیدتی انحراف اس حد تک پہونچ جائے کہ اصول اسلام کی مخالفت ہونے لگے تب بھی وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا بلکہ صرف ایمان سے خارج ہوگا جیسا کہ شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب ہدایہ میں فرمایا ہے:

"الاسلام ھو الاقرار بالشھادتین و ھو الذی یحقن بہ الدماء والاموال و من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقن مالہ و دمہ"[۴]

اسلام شہادتین کی گواہی دینے کا نام ہے جس کی وجہ سے جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ جو بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرلے اس کی جان و مال محفوظ ہے۔

حضرت آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ العالی ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

۱۔ سورہ حجرات، آیت ۹

۲۔ قرضاوی، پدیدہ تکفیر، ص ۸۴

۳۔ احمد جامی، کنوز الحکمہ، ص ۱۳۱، شیخ الاسلام احمد جامی، متولد ۴۴۱ ہجری متوفی ۵۳۶، مشہور عرفاء میں سے ہیں جنکی متعدد تالیفات آج بھی موجود ہیں۔ ان کا مقبرہ شہر تربت جام، ایران میں ہے۔

۴۔ مجید صفا بخش، کتاب تکفیر، ص ۷۷

"تمام اسلامی فرقے، امت مسلمہ کا حصہ ہیں اور وہ ان تمام خصوصیات کا استحقاق رکھتے ہیں جو اسلام نے مسلمانوں کو دی ہیں۔ اسلامی فرقوں کے درمیان تفرقہ اندازی، قرآن کریم کی تعلیمات اور سنت رسول اکرمؐ کے خلاف ہے۔ مزید یہ کہ اس عمل سے مسلمان کمزور ہوتے ہیں اور دشمنان اسلام کو مضبوط ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے اسلامی فرقوں کی مذکورہ تکفیر کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔[۱]

آپ مزید فرماتے ہیں:

"میں ایک بار پھر تاکید کر رہا ہوں کہ ہر ایسا قول و عمل، کفر کے ساتھ تعاون، اسلام کے خلاف خیانت اور شرعاً حرام ہے جس سے مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکتی ہو یا جس سے کسی بھی اسلامی فرقہ کی تکفیر ہوتی ہو۔"[۲]

تکفیری اقدامات کی بنیاد اور اسکے عوامل واسباب

تکفیری رجحانات کی بنیاد اور اس کے حقیقی اسباب اور دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دینا، دور حاضر کے اہم ترین مسائل میں سے ہے۔ تکفیری افکار و نظریئے اور اس کے بنیادی عوامل پر غور و خوض اور اس کے اسباب کو تلاش کرنا نہایت ضروری ہے۔ یقیناً منفی مقابلہ کرنے کے بجائے مثبت اور ذمہ دارانہ انداز میں تکفیری اقدامات کا مقابلہ کرنے کے لئے تکفیری اقدامات کے صحیح اسباب کو معلوم کرنا بنیادی رول رکھتا ہے۔

تکفیری افکار کے آشکار و مخفی بنیادی ترین عوامل مندرجہ ذیل ہیں:

بے بنیاد شدید تعصب، دینی حقائق کے استنباط میں خود پسندی کا غلبہ اور دوسروں کے افکار کی کفر آمیز نفی و تردید۔

دین کے بنیادی معارف یا اسلامی حدود سے متعلق لاعلمی اور دوسرے فرقوں اور انکے حقیقی مقاصد سے متعلق کفر آمیز افکار۔

اسلام اور مسلمانوں کی تباہی اور ان پر بیگانوں کے مسلط ہونے کے لئے دشمنان اسلام اور استعماری طاقتوں کی سازشیں۔

اخلاقی رزائل جیسے کینہ و انتقام، خود پسندی و تکبر، حسد و بدگمانی، اپنی کمزوریوں کو چھپانا، دنیا پرستی، دولت پرستی وغیرہ۔

۱۔ مکر تکفیر میگزین، ص ۸۱

۲۔ ایضاً

ایک دوسرے کے مقاصد، موقف، نظریات اور اصطلاحات سے علماء اور اہل نظر کا واقف نہ ہونا۔

مسلم معاشرے پر تکفیریت کے منفی اثرات و نتائج

مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور تفرقہ۔

جنگ اور آپسی رسہ کشی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے درمیان خونریزی، ان کے اموال کی تاراجی اور انکی ناموس کی بے حرمتی جیسا ماحول سر اٹھائے گا۔

دنیا کے سامنے اسلام کا ناگوار اور فرقہ وارانہ چہرہ پیش کرنا تاکہ لوگ اسلام سے بیزار ہو جائیں۔

مسلمانوں پر کفار کا غلبہ۔ اور اس کا انجام ایک دوسرے کے ساتھ پنجہ آزمائی اور تفرقہ ہوگا۔[۱]

دنیا میں اسلام کی ترویج میں ٹھہراؤ

اندرونی چپقلش اور اختلافات میں الجھے رہنے کی وجہ سے مسلمانوں کی پسماندگی اور انکی صلاحیتوں کی پژمردگی۔

دانشور، محققین اور جدت پسندی طبقے کی گوشہ نشینی۔

معاشرے میں فکری تعطل، بے روزگاری اور بناوٹی ثقافت کا رواج

ثقافتی دنیا میں تحقیق و جستجو، علم اور افکار نو کا فقدان۔

معاشرے میں بدگمانی اور بدبینی کا پھیلاؤ۔

راہ حل اور تکفیری رجحان سے مقابلے کیلئے علمائے اسلام کی ذمہ داری

عام اجتماعات اور پروگراموں میں تکفیری افکار کے خطرات، نقصانات اور اثرات جیسے غلو وغیرہ کی تبیین، خصوصاً کتابوں، تقریروں اور ثقافتی پروگراموں کے ذریعے ترویج

تکفیری رجحانات اور طرز فکر کا بیان اور کھل کر اس کی مخالفت۔

تہمتوں اور مخالفتوں کے مقابلے میں اسلامی فرقوں کے پیروکاروں کے ذریعے ایک دوسرے کی حمایت اور مدافعت خصوصاً جن باتوں سے تکفیری افکار ترویج پاتے ہوں جیسے قذف اور سبّ صحابہ۔

غلط تفسیروں کے مقابلے میں ایک دوسرے کے عقائد کی صحیح تبیین خصوصاً جن عقائد سے تکفیری افکار ترویج پاتے ہوں۔

۱۔ جبکہ قرآن فرماتا ہے: "لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلاً"

ایسے افکار سے دوری جو تکفیریت کا باعث بنتے ہوں جیسے ایک دوسرے کا استہزاء (مذاق اڑانا)اور افتراء۔(الزام لگانا)

ایک دوسرے کے مقدسات کی اہانت سے پرہیز۔

خونخوار استکباری طاقتوں اور جلاد صہیونزم کے مقابلے میں امتِ واحدہ کے اندر منصوبہ بندی اور حکمت عملی کا اتخاذ

پلاننگ۔

ناحق تکفیر شدہ افراد کی حمایت اور مدافعت۔

دین میں محکمات کو اصل قرار دینا، نہ کہ متشابہات کو۔

اجتہادی مسائل میں انکار، شدت اور سختی سے پرہیز۔

اپنے بنیادی مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے کوشش و جہد مسلسل

متفق علیہ معاملات اور مسائل میں تعاون اور مشارکت

نتیجہ

قرآنی آیات، سیرت پیغمبرؐ اکرم، ائمہ معصومینؑ، اور مجتہدین کے حوالہ سے تکفیری افکار و نظریہ کے سلسلے میں اسلامی کتب سے جو مطالب بیان ہوئے ہیں ان کی روشنی میں صراحت کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ دین اسلام جو کہ دین منطق واستدلال ہے، اس نے نہ صرف یہ کہ کسی بھی صورت میں تکفیری حربے کو جائز قرار نہیں دیا ہے بلکہ حق کی مدافعت اور اسکی ترویج کیلئے طاقت و قدرت اور غیر شرعی وسائل سے استفادہ کی قطعاً اجازت نہیں دی ہے۔ کسی بھی حال میں اکراہ، جبر، زور۔زبردستی، تفسیق (فاسق بنانے) اور تکفیر (کافر بنانے) کو تبلیغ دین اور ہدایت بشری کیلئے تجویز نہیں کیا گیا ہے کیونکہ اس قسم کے اقدامات، شیطانی حربے اور غیر شرعی وسائل ہیں جن کا سہارا لینا غلط، باطل اور بے دینی ہے، خواہ دین کی خاطر ہی کیوں نہ ہو۔ایسے تمام افراد جو جبر، زور زبردستی، طاقت و قدرت اور تفسیق و تکفیر کو راہ حل سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، انہیں جان لینا چاہئے کہ یہ ایک شیطانی حربہ اور استعماری ہتھیار ہے۔

اس لئے چاہے کتنا ہی اعلیٰ اور مقدس مقصد یا ہدف کیوں نہ ہو، اس تک رسائی کیلئے اپنے فکری مخالفوں کے خلاف اس راہ و روش کا انتخاب جائز نہیں ہے۔ہمارے دین نے ہمیں غیر شرعی وسائل مثلاً تکفیر تفسیق، تہمت والزام تراشی کی قطعاً اجازت نہیں دی ہے۔اسلام نے نہ حق کی حصولیابی کیلئے غلط راستوں پر چلنے کی اجازت دی ہے اور نہ باطل کی نابودی کیلئے باطل راہوں کو جائز قرار دیا ہے۔اس کے علاوہ، ہم مادہ پرست اور مارکسسٹ بھی نہیں ہیں کہ ان کے اس نظریہ کو مان لیں کہ ہدف، وسیلہ کی توجیہ کر دیتا ہے اور

نہ ہی اسلامی اصولوں میں کسی قسم کی کوئی کمزوری ہے کہ دین اپنے مخالفوں کی منطق و استدلال کے مقابلے میں شکست کھا جائے، نہ ہی قرآن بشری زندگی کے نظام کو آگے بڑھانے سے قاصر ہے کہ اس کے ذریعے اسلام کے حقیقی چہرے کو دنیا کے سامنے پیش نہ کیا جاسکے۔

عصر حاضر میں اسلام اور مسلمانوں بلکہ بنی نوع انسان پر تکفیری افکار اور طرز فکر سے جو خطرات منڈلا رہے ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہیں۔آج فلسطین خصوصاً غزہ کے مسلمانوں کی دردناک صورت حال اسلامی دنیا کا اہم ترین مسئلہ ہونا چاہیے تھا اور مسلمانوں کو اپنی تمام تر توانائی صیہونیوں سے مقابلے پر صرف کرنی چاہیے تھی لیکن افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ تکفیری عناصر اور افکار نے امت مسلمہ کی توانائی اور طاقت کے ایک بڑے حصے کو اپنی طرف مبذول کرلیا ہے، وہ بھی اس طرح کہ بعض مسلم مملکتوں کے سربراہوں نے صیہونی جرائم و مظالم کے سامنے سکوت اختیار کر رکھا ہے اور اس کے بجائے تکفیری عناصر کی حمایت اور نصرت کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے جو کہ حقیقت میں مسلم کشی ہے۔

امید ہے کہ ایک روز وہ بھی آئے گا جب ساری اسلامی دنیا، کلّ کفر یعنی اسرائیل کے خلاف اٹھ کھڑی ہوگی کیونکہ صیہونی فکر مومنین کی بدترین دشمن ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے:

لتجدنّ اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود[۱]

منابع و مآخذ

۱۔ قرآن کریم
۲۔ ابن تیمیہ حرانی، درالتعارض، دار الوطن، ریاض ۱۹۹۷ء
۳۔ ایجی، المواقف
۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار احیاء التراث الوبی، بیروت (بے تاریخ)
۵۔ بیہقی، السنن الکبری
۶۔ تفتازانی، شرح المقاصد
۷۔ جامی، شیخ احمد، کنوز الحکمہ
۸۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، دار القلم، بیروت (بے تاریخ)
۹۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، دار الکتاب الوبی، بیروت ۱۳۹۲ ہجری

۱۔ سورۂ مائدہ، آیت ۸۲

۱۰۔ شاطبیؒ، الاعتصام
۱۱۔ صفا بخش، مجید، کتاب تکفیر، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران ۱۳۸۰ شمسی
۱۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، دار الکتاب الوبی، بیروت ۱۴۲۱ ہجری
۱۳۔ طبری، الجامع البیان فی تفسیر القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ ہجری
۱۴۔ طحاوی، العقیدہ الطحاویہ، دار الفکر، بیروت (بے تاریخ)
۱۵۔ عبد العزیز ہر تلی، عبد اللہ، خوارج را بہتر بشناسیم، کردستان پبلیکیشنس، سنندج ۱۳۸۶ شمسی
۱۶۔ عسقلانی، ابن حجر؛ الفتح الباری، دار الکتب العلمیہ، بیروت (بے تاریخ)
۱۷۔ غزالی، امام محمد، الاقتصاد فی الاعتقاد، دار الکتب العلمیہ، بیروت (بے تاریخ)
۱۸۔ فیض الاسلام، علی نقی، ترجمہ نہج البلاغہ
۱۹۔ قرضاوی، یوسف، پدیدہ تکفیر، احسان پبلیکیشنس، ارومیہ ۱۳۷۳ شمسی
۲۰۔ قرضاوی، یوسف، دیدگاہ ہائے فقہی معاصر، ترجمہ احمد نعمتی، احسان پبلیکیشنس، تہران ۱۳۸۴ شمسی
۲۱۔ متقی ہندی، علاء الدین، کنز العمال فی سنن الاقوال، مکتبہ التراث الاسلامی، بیروت ۱۳۸۹ ہجری
۲۲۔ مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، دار الجیل، بیروت (بے تاریخ)
۲۳۔ مطہری، مرتضی، سیری در سیرۂ ائمہ، صدرا پبلیکیشنس، تہران ۱۳۸۲ ہجری
۲۴۔ نشریہ مکر تکفیر میگزین، شمارہ اول، خرداد ۹۳
۲۵۔ ہیثمی، المجمع الزوائد، اشاعت سوم: موسسہ الرسالہ، بیروت ۱۴۱۰ ہجری
۲۶۔ الیواقیت والجواہر